قرآن وسنت میں اِنسانی حقوق کا تصور

محمد جنید ندوی*

ABSTRACT:

Human right is an attractive term that includes all those rights that human beings must have to live and let live in peace and harmony. It fulfills their right to enjoy freedom of action and speech without fear of subjugation. It is a term that embraces more than a conceptual understanding of freedom of human beings as it also signifies the conditions by which such freedoms should be conducted. The United Nations defines Human Rights as those rights, which are inherent in our nature and without which we can not live as human beings (Human Rights, Questions & Answers, (1987) United Nations, New York).

The aim of this monograph is to provide an over view of human rights as a concept and a practice for the establishment of a truly humane and civilized society. The sources used in this paper are based on Qur'an and Sunnah with a retrospective approach to vividly describe the conditions under which people have been led to encourage specific categories of rights. This monograph will acquaint the readers with human rights concept of Islam.

سماجی علوم کے ماہرین اِنسانی حقوق کی بنیاد اِس مفروضہ پر قائم کرتے ہیں کہ تمدنی زندگی بسر کرنے سے پہلے اِنسان فطری حالت پر تھا۔اور اِس فطری حالت میں اِنسان کچھ متعین اُصول رکھتا تھا جنہیں ہنوز کسی نے غصب نہیں کیا تھا۔لیکن جب اِنسان کو اپنے فطری حقوق کے تحفظ کے لیے خطرہ لاحق ہوا تو اُس نے معاشرتی زندگی اِختیار کی۔لہٰذا معاشرہ کا وجود اِنسان کے فطری حقوق کے تحفظ کے جذبہ کا رہینِ منت ہے۔اِسی بنا پر معاشرہ کا یہ فرض گردانا گیا کہ وہ اِنسان کے فطری حقوق کا تحفظ کرے۔چنانچہ،اِن فطری حقوق کو''بنیادی اِنسانی حقوق'' کا نام دے دیا گیا۔اَقوامِ متحدہ کی مجلس نے ١٩٤٨ء میں ایک منشور شائع کیا جو''منشور حقوقِ انسانیت'' (Human Rights Charter) کے نام سے معروف ہے اور جسے اِنسانی حقوق کے حوالے سے حرفِ آخر سمجھا جاتا ہے۔اِس منشور کا خلاصہ یہ ہے کہ تمام اِنسان آزاد پیدا ہوتے ہیں اور بنیادی حقوق کے یکساں حقدار ہیں۔زندگی،آزادی اور جان کی حفاظت اِنسان کا حق ہے۔اِنسانی غلامی ممنوع ہے۔بے رحمی کے سلوک سے حفاظت اِنسان کا حق ہے۔ہر اِنسان یکساں قانون کے سلوک کا حقدار ہے۔کسی اِنسان کو بلاقصور گرفتار،نظر بند یا جلاوطن نہیں کیا جائے گا۔اِلزام کے ثابت نہ ہونے تک،ملزم کو بے قصور تصور کیا جائے گا۔معاملات زندگی میں عدم مداخلت فرد کا حق ہے۔نقل وحرکت کی آزادی ہے۔ایک ملک سے دوسرے ملک جا بسنے کی آزادی ہے۔

* ڈاکٹر،اسسٹنٹ پروفیسر،کلیۂ علومِ اسلامیہ،بین الاقوامی یونیورسٹی،اِسلام آباد　　برقی پتا:mjunaidnadvi@gmail.com
تاریخِ موصولہ: ١١/مارچ ٢٠١٢ء

حقِ قومیّت۔نکاح کا حق۔حقوقِ جائیداد۔خیالات ،ضمیر، مذہبی آزادی۔اِظہار خیالات اوراجتماعات میں شرکت کی آزادی ہے۔اپنے ملک کی حکومت میں شرکت کا حق ہے۔تعمیر خویش کے لیے وسائل و ذرائع کی آزادی۔حسب منشا کام کاج کرنے کی آزادی۔آرام اورفرصت کی آزادی۔معیار زندگی کی آزادی۔تعلیم کا حق۔جماعتی اورثقافتی زندگی کا حق۔(۱)

بنیادی مسئلہ:

مندرجہ بالا بنیادی اِنسانی حقوق کا تعین ایک قابل ستائش کاوش ہے۔مگر سوال یہ ہے کہ کیا اقوامِ عالم اِس منشور پرعمل درامد کررہی ہیں؟ تجربہ تو یہ بتاتا ہے کہ اِن حقوق کا احترام اور اِن پرعمل کرنا تو کرنا تو ایک طرف رہا، انسانوں پر اِس قدر مظالم کیے گیے ہیں کہ اِنسانی ضمیر کانپ اُٹھتا ہے۔دوسرا اہم سوال یہ ہے کہ متذکرہ ''منشور حقوقِ انسانیت'' کی ناکامی کے اَسباب وعلل کیا ہیں؟ تیسرا اہم سوال یہ ہے کہ اگر انسانوں کی فکری کاوش کے نتیجے میں ظہور پذیر ہونے والا ''منشور حقوقِ انسانیت'' ناکام ہوگیا ہے،تو کیا اِس کا متبادل ''منشور حقوقِ انسانیت'' موجود ہے؟ اگر ہے تو کون سا ہے؟ اِس کی تاریخ کتنی پرانی ہے؟ کیا وہ ''منشور حقوقِ انسانیت'' اِنسانی ذہن کی اِختراع ہے؟ یا کسی مافوق الفطرت ہستی نے کسی اِنسان کے قلب وذہن پر القا کیا ہے؟ اور کیا وہ اِنسان عام اِنسانوں سے مختلف صفات کا حامل ہے؟

زیرِنظر مقالہ میں مندرجہ بالا سوالات کا جواب تلاش کرنے کے علاوہ یہ معلوم کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ چودہ سوبرس قبل، محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو کن اِنسانی حقوق سے روشناس فرمایا تھا۔محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پرعمل کرنا مسلمانوں کا ایمانی تقاضا ہے۔

اِنسانی حقوق کا مفہوم:

یہ ایک حقیقت ہے کہ اِنسان طبعاً معاشرت پسند واقع ہوا ہے۔اِس کی اجتماعی جبلّت اُسے اپنے ہم جنسوں کے ساتھ مل جُل کر رہنے پر مجبور کرتی ہے۔ وہ اپنی پیدائش سے لے کر تا دم زیست اَن گنت اِنسانوں کی خدمات، توجہ، امداد اورسہاروں کا محتاج ہے۔اپنی پرورش، خوراک، لباس، رہائش اورتعلیم وتربیت کی ضروریات ہی کے لیے نہیں بلکہ اپنی فطری صلاحیتوں کے نشوو ارتقا اوراُن کے عملی اظہار کے لیے بھی وہ اِجتماعی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہے۔یہ اِجتماعی زندگی اُس کے گرد تعلقات کا تانا بانا تیار کرتی ہے۔خاندان، برادری، محلے، شہر، ملک اور بحثیت مجموعی پوری نوعِ اِنسانی تک پھیلے ہوئے تعلقات کے یہ چھوٹے بڑے دائرے اُس کے حقوق وفرائض کا تعین کرتے ہیں۔ماں، باپ، بیٹے، شاگرد، اُستاد، مالک، ملازم، تاجر، خریدار، شہری اور حکمران کی بے شمار مختلف حیثیتوں میں اُس پر کچھ فرائض عائد ہوتے ہیں اوراُن فرائض کے مقابلہ میں وہ کچھ متعین حقوق کا مستحق قرار پاتا ہے(۲)۔اِن حقوق میں بعض کی حیثیت محض اَخلاقی ہوتی ہے۔مثلاً بڑوں کا حقِ اَدب، چھوٹوں کا حقِ شفقت، ضرورتمند کا حقِ اِمداد، مہمان کا حقِ تواضع وغیرہ۔اور بعض حقوق کو قانونی تحفظ حاصل ہوتا ہے۔مثلاً حقِ ملکیّت، حقِ اُجرت، حق مہر اور حقِ معاوضہ وغیرہ۔(۳)

اِنسانی حقوق کی مختصر تاریخ:

اہلِ مغرب بنیادی اِنسانی حقوق کے تصور کی اِرتقائی تاریخ کا آغاز پانچویں صدی قبل مسیح کے یونان سے کرتے ہیں۔ پھر پانچویں صدی کے زوال پذیر روم سے اپنی سیاسی فکر کا رشتہ جوڑتے ہوئے ایک ہی زقند میں گیارہویں صدی میں داخل ہوجاتے ہیں۔ چھٹی سے دسویں عیسوی تک کا پانچ سو سالہ عہد اُن کی مرتّب کردہ تاریخ سے غائب ہے۔ اِس کی وجہ کیا ہو سکتی ہے؟ شاید یہ کہ یہ اِسلامی عہد ہے (۴)۔ اِنسانی حقوق کی اِرتقائی تاریخ کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یونان کے فلسفیوں نے بلاشبہ قانون کی حکمرانی اور عدل و انصاف پر بہت زور دیا ہے اور اِس کی ضرورت اور اہمیت پر بڑی فاضلانہ کتابیں تصنیف کی ہیں، لیکن اِن کے ہاں اِنسانی مساوات کا کوئی تصوّر ہمیں نہیں ملتا۔ وہ ہندوستان کے برہمن (حکمران اور مذہبی پیشوا)، چھتری (فوجی خدمات انجام دینے والے)، ویش (تجارت اور زراعت پیشہ لوگ) اور شُودر (بقیہ تین ذاتوں کے خدمت گار اور غلام) طبقوں کی طرح اِنسانوں کو مختلف طبقات میں تقسیم کرتے ہیں۔ اور منوشاستر کی طرح اُن کے ہاں بھی یہی چار طبقات ملتے ہیں۔ اَفلاطون اپنی کتاب 'جمہوریت' میں حکمرانی کا حق صرف فلسفیوں کو دیتا ہے اور پھر بقیہ افرادِ معاشرہ کو فوجیوں، کاشت کاروں اور غلاموں میں تقسیم کرتا ہے۔ اِسی طرح، اَرسطو کا تصورِ انصاف بھی اَفلاطون سے ملتا جلتا ہے (۵)۔ روم کا مشہور عیسائی مقنّن سسرو (Cicero) اور اُس کے ہم عصر قانون سازوں نے اپنے وضع کردہ قوانین میں اِنفرادی ملکیّت کے حق کو بطورِ خاص تحفظ دیا۔ اِس سے ایک طرف فرد کی اہمیّت تسلیم کی گئی اور دوسری طرف بنیادی حقوق کی تعریف کے لیے ایک بنیاد فراہم ہوگئی۔ بنیادی حقوق کی جِد وجُہد کا اصل آغاز گیارہویں صدی میں برطانیہ میں ہوا، جہاں ۱۰۳۷ء شاہ کانریڈ ثانی (KingConrad-II) نے ایک منشور کے ذریعے پارلیمنٹ کے اِختیارات متعیّن کیے۔ اختیارات کے تعیّن کی اِن ہی کوششوں نے بالآخر ۱۵ جون ۱۲۱۵ء کو میگنا کارٹا (Megna Carta) نامی منشور کا جنم ہوا، جو اِبتدا میں بادشاہ اور اُمراء کے مفادات کا تحفظ کرتا تھا، عوام کے حقوق کا اِس سے کوئی تعلق نہ تھا۔ ۱۳۵۵ء میں برطانوی پارلیمنٹ نے اِس منشور کی توثیق کردی۔ چودہویں سے سولہویں صدی تک یورپ پر میکاولی کے نظریات کا غلبہ رہا جس نے آمریت کو اِستحکام بخشا، بادشاہوں کے ہاتھ مضبوط کیے اور اِقتدار کو زندگی کا اصل حصول قرار دے دیا۔ اِنقلاب فرانس (French Revolution)؛ ۱۷۸۹ء۔ ۱۷۹۹ء؛ کے بعد 'جان لاک' نے 'معاہدہ عمرانی' کا نظریہ پیش کیا، اور اِس میں فرد کے حقوق پر مدلل بحث کی۔ ۱۷۶۲ء میں فرانسیسی مفکر 'رُوسُو' نے معاہدۂ عمرانی کا نئے انداز سے جائزہ لیا۔ ۱۷۸۹ء میں اَمریکی کانگریس اور اِس کے تین سال بعد فرانس کی قومی اَسمبلی نے منشور اِنسانی حقوق منظور کیا۔ قومی اور بین الاقوامی سطح پر کی جانے والی کوششوں کے نتیجہ میں بالآخر ۱۰ دسمبر ۱۹۴۸ء کو مجلسِ اقوامِ متحدہ نے 'منشور حقوقِ انسانیت' (Charter of Human Rights) بنادیا۔ (۶)

اِنسانی حقوق کی مختصر تاریخ یقیناً قابلِ ستائش ہے لیکن جب ہم اِس کے نظریاتی اور عملی پہلوؤں کا جائزہ لیں تو یہ

سوالات پیدا ہوتے ہیں: کیا ایک عالمگیر اِنسانی حقوق کے منشور کو مرتب اور منظور کر لینے سے فی الحقیقت اِن حقوق کے تحفظ کی قابل اطمینان ضمانت مہیا ہوگئی ہے؟ کیا یہ عالمی منشور ایک فرد کو آمریّت وفسطائیت کے چنگل سے نجات دلانے میں کامیاب ہوگیا ہے؟ کیا اِکیسویں صدی کا اِنسان فی الواقع بارہویں یا سولہویں صدی کے غلام اور مقہور اِنسان کے مقابلے میں زیادہ محفوظ، پُراَمن اور خوف وخطر سے آزاد زندگی بسر کر رہا ہے؟ آیئے! اِن سوالات کا جواب علوم عمرانیات کے مفکرین کی تحریروں کی روشنی میں جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔

روسو نے ۱۷۵۰ء میں کہا: ''انسان آزاد پیدا ہوا تھا لیکن وہ ہر جگہ زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔'' تقریباً دو سو سال بعد ۱۹۴۷ء میں ہارورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر میکلوین نے اَپنے عہد کے اِنسان کی زبوں حالی پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا: ''مدوّن تاریخ کے کسی بھی دور میں فرد کو ریاست سے کبھی اتنا سنگین خطرہ لاحق نہیں ہوا، عدلیہ کو اِنتظامیہ کے مقابلے میں کبھی اِتنی بے بسی کا سامنا نہیں کرنا پڑا اور اِس خطرے کو محسوس کرنے اور اِس کے تدارک کی تدابیر سوچنے کی اِتنی ضرورت شدید ضرورت پہلے کبھی نہیں پڑی جتنی آج ہے'' (۷)۔ چوتھائی صدی بعد ۱۹۷۰ء میں اِنسان کے بنیادی حقوق کو لاحق خطرات کا جائزہ لیتے ہوئے رابرٹ ڈیوی (Robert Dewey) اپنی تشویش کا اِظہار یوں کرتا ہے: ''تقریباً دو سو سال قبل انقلابی ہنگامہ آرائیوں کے موقع پر جو آج کی ہنگامہ آرائیوں سے مختلف نہ تھیں۔ تھامس پین (Thomas Paine) نے اپنے ہم عصروں کو اِس تلخ حقیقت سے آگاہ کیا تھا: آزادی دنیا کے گرد بھاگتی پھر رہی ہے۔ اِس مفرور کو پکڑو اور اِنسانیت کے لیے بروقت ایک پناہ گاہ تیار کرو۔ آج ہزاروں چکنی چپڑی باتوں، ہزاروں اِعلانات اور منشوروں کے بعد بھی آزادی ہنوز عنقا ہے، پوری دنیا میں اِس کا نام ونشاں کہیں نہیں ہے''۔(۸)

اِن بیانات کے مطالعہ سے اِنسانی حقوق کے بارے میں اُٹھائے جانے والے سوالات کا جواب باآسانی مل جاتا ہے۔ اِنسان کی محرومیوں اور درماندگی کے اِس طویل تاریخی پس منظر میں جب ہم بنیادی اِنسانی حقوق سے متعلق اقوام متحدہ کے کمیشن برائے اِنسانی حقوق اور اَیمنسٹی اِنٹرنیشنل کی سالانہ رپورٹوں، اخبارات ورسائل کی فراہم کردہ معلومات کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ تلخ اور ناقابل تردید حقیقت اُبھر کر سامنے آتی ہے کہ بنیادی حقوق کی منظّم تنظیمات اور اقوام متحدہ کے منشورِ اِنسانی حقوق کے باوجود آج کا اِنسان بھی، رُوسو کے عہد کے اِنسان کی طرح ہر جگہ زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔

عمرانی علوم کے مفکرین کے تبصرے اِس حقیقت کی نشاندہی کرتے ہیں کہ فرد کی عزت وتوقیر اور اِس کے مقام واِحترام سے دلچسپی رکھنے والے لوگ دنیا کے موجودہ سیاسی نظاموں سے سخت بیزار اور شدید کرب واِضطراب سے دوچار ہیں۔ آج یہ سوال سنجیدگی سے زیر بحث ہے کہ مجلسِ اقوامِ متحدہ کے ''منشور حقوقِ انسانیت'' کے ثمرات دنیا تک نہیں پہنچ رہے ہیں۔ اِس سوال کا جواب اور حل اِسلامی عہد میں پوشیدہ ہے، جو چھٹی سے دسویں عیسوی تک کے پانچ سو سالہ عہد کی مرتّب کردہ تاریخ کے صفحات سے غائب ہے۔ یہ حل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش کردہ ''منشور حقوقِ انسانیت'' میں مضمر

ہے۔ جونقائص سے پاک ہے۔ یہ منشور آج بھی وہ نتائج فراہم کرسکتا ہے جو دنیا کے دیگر اِنسانوں کی خودساختہ فکر فراہم کرنے میں ناکام ہوگئی ہے۔ اِس منشور کی بنیادی کی خصوصیات یہ ہیں: اِحترام آدمیت، تحفظِ جان، تحفظِ ملکیّت، تحفظِ آبرو، نجی زندگی کا تحفظ، شخصی آزادی کا تحفظ، نکاح میں اِنتخاب کا حق، حسن ذوق کا حق، مذہبی آزادی کا حق، ظلم کے خلاف آواز کا تحفظ، آزادیٔ اِظہار رائے، آزادیٔ ضمیر واعتقاد، حقِ مساوات، حصول انصاف کا حق، معاشی تحفظ کا حق، معصیت سے اِجتناب کا حق، آزادیٔ تنظیم واِجتماع، سیاسی زندگی میں شرکت کا حق، آزادیٔ نقل وحرکت اور سکونت، حق اُجرت ومعاوضہ، مسلمانوں کے خصوصی حقوق، غیر مسلموں کے خصوصی حقوق وغیرہ۔

سنّت مطہرہ کے ہمہ گیر پہلو:

اِسلامی علوم وفنون میں آج تک جو کچھ مدوّن ومرتب ہوا ہے اس میں غالب حصہ سیرتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر مشتمل ہے اور شاید یہ کہنا بلامبالغہ نہ ہوگا کہ دنیائے علم میں مدوّنات، مصنّفات اور کتب ورسائل میں سب سے زیادہ تعداد سیرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ سیرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایک فرد کی سیرت نہیں بلکہ ایک تاریخی دلالت کی داستان ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ سیرت اپنے تنوعات کے اعتبار سے نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے جو چودہ سو سال سے جاری ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک جاری رہے گا ''دنیا میں جب تک مسلمان ہیں، سیرت نبویہ ایک زندہ عامل کی حیثیت رکھے گی، اور دنیا کے ترقی پذیر تمدن اور تبدل پذیر حالت میں اسوہ حسنہ کے کسی ایک پہلو کو کبھی اہمیت حاصل رہے گی تو کبھی کسی اور کو''۔(۹)

اسلام اور انسانی حقوق:

تاریخی اِعتبار سے دیکھا جائے تو اِسلام میں بنیادی اِنسانی حقوق کا تصوّر اتنا ہی قدیم ہے جتنا اِنسان کا وجود۔ اِنسان کے خالق ومالک نے جس طرح اُس کی طبعی زندگی کے لیے ہوا، پانی، خوراک، روشنی اور دوسرے بے شمار اَسبابِ زندگی فراہم کیے ہیں اِسی طرح اُسے معاشرتی زندگی بسر کرنے کے لیے ایک ضابطۂ حیات بھی آغازِ زندگی سے عطا کر دیا تھا۔ قرآن اِس حقیقت کی واضح شہادت فراہم کرتا ہے کہ اِنسان کو اِس دنیا میں بھیجنے اور منصبِ خلافت پر فائز کرنے سے پہلے اُسے حقوق وفرائض کا شعور عطا کر دیا گیا تھا اور اسبابِ زندگی کی فراہمی کے ساتھ ہی آدابِ زندگی بھی سکھا دیے گئے تھے۔ اِس دنیا میں آنے والے اوّلین اِنسان نے اپنی زندگی کا آغاز جہل کی تاریکی میں نہیں بلکہ علم کی روشنی میں کیا تھا۔(۱۰)

بنیادی اِنسانی حقوق کے اِسلامی تصور کی بنیاد قرآنِ مجید اور سیرتِ طیّبہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ مثلاً قرآن مجید کے متعیّن کردہ بنیادی حقوق کو اگر نظری مانا جائے تو سیرتِ طیّبہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی عملی شکل ہے۔ خوفِ طوالت کے پیشِ نظر، مقالہ کے اِس حصّہ میں قرآن مجید کے متعیّن کردہ اُن بنیادی حقوق کا مختصر خاکہ پیش کی جارہا ہے، جس کی عملی تصویر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیّبہ میں واضح طور پر نظر آتی ہے جو بلا اِمتیازِ عقائد تمام اِنسانوں کو یکساں طور پر حاصل ہیں۔

قرآن وسنت کے متعین کردہ بنیادی حقوق:

ا۔تحفظ جان

قرآنِ اورسیرت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بلا امتیاز ِعقائد، رنگ اور نسل، تمام اِنسانوں کی جان اِنتہائی محترم ہے۔اِن دونوں مصادر میں تحفظ جان کی اہمیت پر جس طرح زور دیا گیا ہے اس کی نظیر دنیا میں پائے جانے والے مذہبی، اَخلاقی یا قانونی لٹریچر میں نہیں ملتی ہے۔(۱۱)

اِس حق کی اہمیت کا اندازہ نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درج ذیل اِرشادات سے بخوبی کیا جاسکتا ہے۔حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بارے میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ وہ دن کو روزہ رکھتے ہیں اور رات کو قیام کرتے ہیں تو اُن سے فرمایا: ایسا نہ کیا کرو۔روزہ رکھو اور افطار بھی کرو کیونکہ تمہارے وُجود، تمہاری بیوی اور تمہارے مہمان کا تم پر حق ہے (۱۲)۔ فتح مکہ کے موقع پر طاقت اور قدرت رکھنے کے باوجود رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تمام مخالفین اور شدید ترین دشمنوں کی جان بخشی کا حکم صادر فرمایا(۱۳)۔خطبہ حجۃ الوداع میں آپؐ نے فرمایا: لوگو! تمہارے خون و مال ایک دوسرے پر قطعاً حرام کردی گئیں، ہمیشہ کی طرح اِن چیزوں کی حرمت ایسی ہی ہے جیسی آج تمہارے لیے اِس دن کی اور اِس ماہِ مبارک کی حرمت اِس شہر(مکہ) میں ہے۔خبردار! ایسا نہ ہو کہ تم میرے بعد ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو، اور کفار کے زمرے میں شامل ہو جاؤ۔بعدازاں اپنے قول کی عملی مثال دیتے ہوئے فرمایا: زمانۂ جاہلیّت کے سارے خون اب کالعدم ہیں۔پہلا اِنتقام جسے میں کالعدم قرار دیتا ہوں میرے اپنے خاندان کا ہے۔ربیعہ بن حارث کے دودھ پیتے بیٹے کا خون، جسے بنی ہذیل نے مارڈالا تھا، اب میں معاف کرتا ہوں (۱۴)۔چند مختلف مواقع پر آپؐ نے فرمایا: جس نے کسی ذمی کو قتل کیا، اللہ تعالیٰ نے اُس پر جنّت حرام کردی(۱۵)۔جس نے کسی معاہد غیر مسلم کو قتل کیا وہ کبھی جنّت کی خوشبو بھی نہیں سونگھے گا (۱۶)۔مشرک بچے بھی تم سے بہتر ہیں، خبردار! بچوں کو قتل نہ کرو۔خبردار! بچوں کو قتل نہ کرو۔ہر جان خدا کی فطرت پر پیدا ہوئی ہے۔(۱۷)

قرآن اور سنت کے مندرجہ بالا مطالعہ سے پہلی اہم بات یہ معلوم ہوئی کہ بلا امتیازِ عقائد، رنگ اور نسل، تمام اِنسانوں کی جان اِنتہائی محترم ہے۔سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطالعہ سے دوسری اہم بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی اور پھر مدنی دور کی غزوات، واقعہ صلح حدیبیہ، فتح مکہ، میثاق مدینہ، خطبۂ حجۃ الوداع جیسے واقعات پیش آئے۔اِن سب میں اِنسانی جان کا احترام ملحوظ رکھا گیا۔اِنسانی حقوق کو مکمل تحفظ فراہم کیا گیا۔اِنسانی جان کا نقصان بہت ہی کم ہوا۔ایسی نظیر دنیا کی محفوظ تاریخ میں ہمیں نظر نہیں آتی۔

۲۔تحفظ ملکیّت

اِسلام انفرادی ملکیت کے حق کو اُصول وضوابط کے ساتھ تسلیم کرتا ہے اور اِس حق کی جائز صورتوں کو اپنے نظام کی بنیاد قرار دیتا ہے۔اِس سے مراد جائز ذرائع سے حاصل شدہ دولت، منقولہ اور غیر منقولہ اِملاک کا تحفظ اور حکومتی عدم مداخلت

ہے۔قرآن مجیداورسیرتِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیں اِس ضمن میں واضح ہدایات اورعملی مثالیں ملتی ہیں۔(۱۸)

سیرت طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ اِسلامی ریاست میں تمام حقوق وواجبات مثلاً زکوٰۃ وصدقات، ماں، باپ، بیوی، بچوں، بھائی، بہنوں اوردوسرے قریبی عزیزوں کی کفالت کے مصارف، حقوقِ وراثت، حقوقِ بیع وشریٰ اور دوسرے نفقات وواجبات ادا کیے جاتے تھے۔ملک کے دفاع، اِنتظامی امور، فلاح عامہ کے منصوبوں یا ہنگامی ضروریات مثلاً جنگ، قحط، سیلاب، زلزلہ اور وباوغیرہ سے نمٹنے کے لیے حکومت کی جانب سے مستقل یا عارضی نوعیت کے ٹیکس بھی لگائے جاتے تھے(۱۹)۔سیرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ اُصول بھی وضع ہوا ہے کہ بشرط ضرورت، حکومت کسی کی ذاتی ملکیت کواجتماعی مفاد کے تحت معاوضہ ادا کرکے اپنے قبضہ میں لے سکتی ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی کی تعمیر کے لیے جوزمین منتخب فرمائی تھی وہ دویتیم بچوں کی ملکیت تھی۔بلا قیمت پیشکش کے باوجود آپؐ نے عام شرح کے مطابق اِس کا معاوضہ ادافرمایا(۲۰)۔جنگ حنین کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوان بن اُمیّہ سے زِرہیں مستعار لیں اور یہ فرمایا کہ اِن میں سے جو ضائع ہوں گی اُن کا معاوضہ دیا جائے گا(۲۱)۔تحفظِ ملکیّت کی اہمیت کا اندازہ اِس حدیث مبارکہ سے بخوبی کیا جاسکتا ہے۔آپؐ نے فرمایا: جوشخص اپنی مال بچانے کی خاطر مارا جائے وہ شہید ہے‘‘۔(۲۲)

سیرت طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اِس مختصر بیان سے بنیادی اِنسانی حقوق میں تحفظِ ملکیّت کے مقام کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

۳۔تحفظِ آبرو

قرآنِ مجید سے ہمیں یہ واضح ہدایت ملتی ہے کہ اِسلامی ریاست کے ہرشہری کی عزت وآبرو کا تحفظ کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے۔(۲۳)

بنیادی اِنسانی حقوق کے حوالے سے سیرت طیبہ سے تحفظ آبرو کی چند مثالیں ملاحظہ کیجیے۔خطبۂ حجۃ الوداع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جان ومال کے تحفظ کے ساتھ ہی حرمت آبرو کا حکم بھی دیا(۲۴)۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد اِرشادات میں لوگوں کو بلاوجہ مارنے پیٹنے اوراُن کی توہین وتذلیل کرنے سے منع فرمایا ہے(۲۵)۔اوراگرکسی مسلمان کی تذلیل اورعزت پرحملہ کا دفاع نہ کیا جائے تووہ شخص بھی اللہ کی حمایت سے محروم رہے گا(۲۶)۔اگرکسی شخص نے کسی کی بے عزتی یا آبروریزی یاظلم کیا ہوتووہ اُس شخص سے معافی مانگ لے ورنہ یوم حساب مظلوم کی برائیاں اُس پرڈال دی جائیں گی(۲۷)۔اورفرمایا: بدترین زیادتی کسی مسلمان کی عزت پرحملہ کرنا ہے۔(۲۸)

قرآنِ اورسیرت کی یہ مثالیں بنیادی اِنسانی حقوق کے باب میں تحفظ آبرو کی اہمیت کوبخوبی ظاہر کرتی ہیں۔

۴۔نجی زندگی کا تحفظ

سیرت طیّبہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ اِسلامی ریاست میں شہریوں کی نجی زندگی کومکمل تحفظ حاصل ہے۔

گھروں کی چاردیواری کو ایک محفوظ قلعہ کی حیثیت دی گئی ہے جس میں کسی فرد یا حکومت کو مداخلت کا کوئی حق نہیں ہے۔(۲۹)
اِس ضمن میں سیرت طیّبہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے گھر میں آواز یا دستک دے کر داخل ہوا کرتے تھے تاکہ ماں بہنوں اور بیٹیوں پر ایسی حالت میں نظر نہ پڑے جو بداخلاقی کے زمرے میں آتی ہو(۳۰)۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر فرمایا:تم اگر لوگوں کے مخفی حالات معلوم کرنے کے درپے ہوگے تو اُن کو بگاڑ دو گے یا کم از کم بگاڑ کے قریب پہنچا دو گے(۳۱)۔جس نے کسی کے عیب کی پردہ پوشی کی گویا اُس نے ایک زندہ درگور اِنسان کو زندہ کردیا(۳۲)۔حکمرانوں کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت دیکھیے۔فرمایا:حکمراں جب لوگوں کے اندر شبہات کے اسباب تلاش کرنے لگے تو وہ اُنہیں بگاڑ کر رکھ دیتا ہے۔(۳۳)

نجی زندگی کی اہمیت کا اندازہ سیرت طیّبہ کے مندرجہ بالا بیان سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

۵۔شخصی آزادی کا تحفظ

قرآن مجید نے واشگاف انداز میں شخصی آزادی کی ضمانت فراہم کی ہے۔قرآن کا واضح حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو جو آزادی عطا کی ہے اُسے کوئی عام حکمران تو درکنار خود خدا کا رسول بھی سلب نہیں کرسکتا ہے۔(۳۴)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ سے بھی ہمیں یہی سبق ملتا ہے کہ اسلامی ریاست میں کسی شہری کو کھلی عدالت میں جرم ثابت کیے بغیر قید نہیں کیا جاسکتا ہے۔محض شک کی بنیاد پر لوگوں کو گرفتار کرنا اور عدالتی کاروائی کے بغیر اُنہیں جیل میں ڈال دینا جائز نہیں۔آج ''امتناعی نظر بندی'' کے زیر عنوان ''ریاست کی سلامتی'' کے نام پر جو کچھ ہو رہا ہے اِسلامی قانون میں اِس کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔اِسلام کا اندازِ فکر یہ ہے کہ سزا سے حتی الامکان گریز کیا جائے۔اور اسباب وشواہد سزا کے لیے نہیں بلکہ برأت کے لیے تلاش کیے جائیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد ہے: جس حد تک ممکن ہو مسلمانوں (شہریوں) کو سزا سے بچاؤ۔کوئی گنجائش بھی نکلتی ہو اُنہیں چھوڑ دو۔یہ بات کہ اِمام (حکومت) کسی شخص کو چھوڑ دینے میں غلطی کر جائے، اِس بات سے بہتر ہے کہ وہ اُس کو سزا دینے میں غلطی کر جائے(۳۵)۔ایک اور موقع پر فرمایا: جب تک بچانے کی کوئی راہ مل رہی ہو اُس وقت تک لوگوں کو سزا سے بچاؤ۔(۳۶)

شخصی آزادی کے تحفظ کے حوالے سے مندرجہ بالا بیانات حضور مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز فکر کی واضح نشان دہی کر رہے ہیں۔

۶۔ظلم کے خلاف حقِ اِحتجاج

قرآن مجید نے شہریوں کو یہ حق دیا ہے کہ اُن پر ظلم حد سے بڑھ جائے، صبر وتحمل کا بند ٹوٹ جائے تو وہ ظلم کے خلاف آواز اُٹھائیں، ظالم سے ہرگز نہ دبیں اور اُس کے ظلم کو ٹھنڈے پیٹوں برداشت نہ کریں۔(۳۷)

سیرت طیّبہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ہمیں اِس ضمن میں واضح راہنمائی ملتی ہے۔مظلوم کو اِس بات کا حق حاصل ہے کہ

جب اُس پر ظلم حد سے بڑھ جائے، صبر و تحمل کا بندٹوٹ جائے تو وہ ظلم کے خلاف حرف شکایت زبان پر لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہور ارشاد گرامی ہے: افضل ترین جہاد اُس شخص کا ہے جو کسی حق سے ہٹے ہوئے سلطان کے سامنے کلمۂ حق (یا کلمۂ عدل) کہے (۳۸)۔ ایک اور موقع پر فرمایا: لوگ جب ظالم کو دیکھیں اور اُس کے ہاتھ نہ پکڑیں تو بعید نہیں کہ اللہ اُن پر عذاب عام نازل نہ کردے (۳۹)۔ ایک اور موقع پر فرمایا: اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ عرض کیا گیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ مظلوم ہو تو ہم اُس کی مدد کریں گے، مگر ظالم ہو تو کیسے مدد کریں؟ فرمایا: اُسے ظلم کرنے سے روک دو (۴۰)۔ ایک مرتبہ مدینہ کے کچھ لوگوں کو شبہ کی بنیاد پر گرفتار کرلیا گیا۔ ایک صحابیؓ نے خطبہ کے دوران اُٹھ کر سوال کیا کہ میرے ہمسایوں کو بے قصور گرفتار کیا گیا ہے؟ کوتوال شہر کے تسلی بخش جواب نہ دینے پر آپؐ نے فرمایا: اِس کے ہمسایوں کو رہا کردو۔ (۴۱)

سیرت طیّبہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ بالا مطالعہ سے معلوم ہوا کہ ظلم کے خلاف اِحتجاج کرنا ہر شہری کا حق ہے۔

۷۔ آزادیٔ اِظہارِ رائے

قرآن مجید نے اِسلامی ریاست کے شہریوں محض یہی حق نہیں دیا کہ جب اُن پر ظلم ہو تو زبان کھولیں، بلکہ اُنہیں یہ حق بھی دیا ہے کہ مملکت کے معاملات و مسائل سے متعلق اپنی رائے کا آزادانہ اظہار بھی کریں۔ قرآنِ مجید نے اِسے مومنوں کی صفت کے طور پر بیان کیا ہے۔ (۴۲)

آزادیٔ اِظہارِ رائے کے موضوع پر سیرت طیّبہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اس کا عملی نمونہ ہمارے سامنے آتا ہے۔ ایک مسلمان آزادیٔ اِظہارِ رائے کی آزادی کو صرف نیکی کے فروغ کے لیے اِستعمال کرسکتا ہے۔ برائی کو پھیلانے کی آزادی اُسے ہرگز حاصل نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: میرے بعد کچھ حکمراں ہونے والے ہیں، جو اُن کے جھوٹ میں اُن کی تائید کرے اور اُن کے ظلم میں اُن کی مدد کرے وہ مجھ میں سے نہیں (۴۳)۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ مختلف معاملات میں صحابۂ کرامؓ سے رائے لیتے اور اِظہار رائے کے لیے اُن کی حوصلہ افزائی بھی فرماتے۔ جنگ اُحد کے موقع پر آپؐ اور معمر اور جلیل القدر صحابہؓ کی رائے یہ تھی کہ مدینہ کے اندر رہ کر دشمن کا مقابلہ کیا جائے، مگر حضرت حمزہؓ اور نوجوان صحابہؓ کی رائے یہ تھی کہ دشمن کا مقابلہ مدینہ سے باہر نکل کر کیا جائے۔ جب آپؐ نے یہ دیکھا کہ اکثریت کی رائے باہر نکل کر جنگ کرنے کے حق میں ہے تو اِسی رائے کے مطابق عزم جنگ فرمایا اور ہتھیار بندی کے لیے حجرۂ مبارکہ میں تشریف لے گئے۔ اِس دوران معمر صحابہؓ نے نوجوانوں کو عار دلائی کہ تم لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے کا لحاظ کیے بغیر اُن کو تکلیف میں ڈالا۔ یہ سن کر نوجوان متاثر ہوئے اور معذرت کے لیے حجرہ کے سامنے جمع ہوگئے۔ آپؐ باہر تشریف لائے اور اُن کی معذرت سنی تو فرمایا: عزم کے بعد نبی کی یہ شان نہیں ہے کہ مقصد کو حاصل کیے بغیر غیر مسلح ہو جائے۔ چلو اب مدینہ کے باہر ہی میدان جنگ قائم ہوگا (۴۴)۔ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مال غنیمت تقسیم فرمارہے تھے کسی سے کہا:

''تقسیم غنیمت اللہ کی مرضی کے خلاف ہوئی ہے''۔یہ بات بہت سخت تھی مگر آپؐ نے درگزر فرمایا۔کسی اور شخص کی آواز آئی۔ ''آپؐ نے عدل سے کام نہیں لیا''۔فرمایا: اگر میں عدل نہ کروں گا تو اور کون کرے گا؟ پھر کہنے والے سے آپؐ نے کوئی باز پرس نہ کی۔اِس طرح ایک موقع پر حضرت زبیرؓ اور ایک انصاری کا معاملہ آپؐ کی خدمت میں پیش ہوا۔آپؐ نے حضرت زبیرؓ کے حق میں فیصلہ کر دیا۔انصاری نے غصّہ میں آ کر کہا: اپنے پھوپھی زاد بھائی کے حق میں فیصلہ کر دیا! آپؐ نے اِس گستاخی سے درگزر کیا اور کچھ نہ فرمایا(۴۵)۔ایک غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ہدایت فرمائی کہ فلاں مقام پر پڑاوٗ ڈالیں۔ایک صحابیؓ نے دریافت کیا: یہ اِرشاد وحی سے ہے یا آپؐ کی ذاتی رائے سے؟ آپؐ نے فرمایا: یہ میری ذاتی رائے ہے۔صحابیؓ نے عرض کیا: پھر تو یہ منزل مناسب نہیں۔اِس کے بجائے فلاں فلاں منزل مناسب ہوگی۔چنانچہ صحابیؓ کی رائے پر عمل کیا گیا(۴۶)۔ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اپنے قرض کی ادائیگی کا تقاضہ کرنے لگا۔اُس نے بھری محفل میں سخت کلامی کی۔اِس گستاخانہ طرزِ تخاطب پر صحابۂ کرامؓ کو غصّہ آ گیا اور وہ اُس شخص کی سرزنش کے لیے اُٹھے تو آپؐ نے فرمایا: اِسے کہنے دو، اِسے کہنے دو! جس کا کچھ حق نکلتا ہو وہ ایسی باتیں کر سکتا ہے۔(۴۷)

سیرت طیّبہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ بالا واقعات سے آزادیٔ اِظہارِ رائے کا حق اور اُس کی اہمیت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے۔

۸۔آزادیٔ ضمیر و اِعتقاد

اِسلامی ریاست میں ہر شخص کو ضمیر و اِعتقاد کی آزادی کا حق حاصل ہے قرآن مجید نے اِس بنیادی انسانی حق پر واضح موقف اِختیار کیا ہے اور اِس میں کسی کو تبدیلی کا اِختیار نہیں دیا۔یعنی صحیح بات تو وہی ہے جس کی طرف اِسلام دعوت دے رہا ہے۔اور اس نے صحیح اور گمراہ کن خیالات کو بھی چھانٹ کر الگ کر دیا ہے تاکہ حق اور باطل کے درمیان اِمتیاز واضح ہو جائے۔اب اللہ تعالیٰ کی منشاء اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کوشش تو یہی ہے کہ دنیا اِسلام کے بتلائے ہوئے بنیادی انسانی حقوق کو قبول کر لے، لیکن اِس معاملہ میں جبر کسی پر نہیں کیا جائے گا۔جس کا جی چاہے وہ دلائل کی بنیاد پر اِنہیں قبول کر لے۔اور جو نہ چاہے اُس کو قبولیت پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔قرآن مجید میں کئی مقامات پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے یہ بات واضح کر دی گئی ہے(۴۸)۔عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور دورِ خلفائے راشدین (رضی اللہ عنہم) میں اِسلامی ریاست میں ہر شخص کو ضمیر و اِعتقاد کی آزادی کے بنیادی حق کو استعمال کرنے کی متعدد مثالیں ملتی ہیں جو اِسلامی تاریخ کے درخشاں ابواب کا حصہ ہے۔(۴۹)

۹۔حقِ مساوات

اِسلام کی نظر میں دنیا کے تمام اِنسان مساوی حیثیت کے حامل ہیں۔اِس حیثیت میں قانونی، مذہبی، سماجی، معاشی اور سیاسی حقوق شامل ہیں۔خون کے رشتے کی بنیاد پر پوری نوعِ انسانی کو ایک برادری تسلیم کیا گیا ہے۔اِسلامی ریاست کی

حدود میں بسنے والے تمام شہری قانون کی نظر میں مساوی الحیثیت ہیں۔ علاوہ ازیں ایمان کی بنیاد پر مسلمانوں کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دے کر مساوات قائم کر دی گئی ہے۔ معاشرتی زندگی میں مسلمانوں کے درمیان تقویٰ کے سوا اور کوئی معیارِ فضیلت نہیں رکھا گیا ہے۔ قران مجید نے اِس بنیادی اِنسانی حق کو صراحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔(۵۰)

پیغمبر اِسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول اور عمل سے حق مساوات کا نمونہ دنیا کے سامنے پیش فرما دیا ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ کیجیے۔ خطبہ حجتہ الوداع میں آپؐ نے فرمایا: کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں، اور کسی عجمی کو کسی عربی پر، نہ کسی گورے کو کسی کالے پر اور نہ کسی کالے کو کسی گورے پر، ماسوا تقویٰ کے(۵۱)۔ تم سب آدم کی اولاد ہو، اور آدم مٹی سے بنائے گئے تھے(۵۲)۔ ایک اور موقع پر فرمایا: کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک اپنے بھائی کے لیے وہ کچھ پسند نہ کرے جو اپنی ذات کے لیے کرتا ہے(۵۳)۔ مسلمانوں کا بیت المال محروم شہریوں کا ذمہ دار ہے، خواہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم۔ اِسلامی ریاست کے حکمران کی حیثیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کا کوئی سرپرست نہیں اُس کا سرپرست میں ہوں (۵۴)۔ اِس طرح مرنے والے کے قرض کے بارے میں فرمایا: جس کا کوئی وارث نہیں اُس کا وارث میں ہوں۔ اُس کی جانب سے دیّت میں ادا کروں گا(۵۵)۔ اور آپ کا یہ مشہور قول مبارکہ حق مساوات کی بہترین ترجمانی کرتا ہے: کسریٰ مر چکا، آج کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہوگا۔(۵۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مندرجہ بالا ارشادات مبارکہ سے حقِ مساوات کے ضمن میں اسلامی نقطۂ نظر کی بھرپور وضاحت ہو جاتی ہے۔

۱۰۔ حصولِ اِنصاف کا حق

اِسلامی ریاست کا مقصد وجود ہی قیام عدل ہے جسے فرد تک پہنچنا چاہیے۔ قرآن مجید میں کئی مقامات پر مسلمانوں سے براہ راست خطاب کے ذریعہ اور بعض مقامات پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے اِس حق کو واضح طور پر بیان کر دیا گیا ہے۔(۵۷)

بحیثیت سربراہ مملکت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ہر شخص بلا امتیاز قانون کے سامنے جوابدہ تھا۔ آپ کی نظر میں حقوقِ اِنصاف کے دائرے سے رسول بھی خارج نہیں تھا۔ متعدد مرتبہ آپؐ نے خود اپنے آپ کو مواخذہ کے لیے پیش کیا۔ ایک مرتبہ قریش کے ایک معزز گھرانے کی عورت نے چوری کی۔ لوگوں نے خاتون کی خاندانی عظمت کے پیش نظر اُسے سزا سے بچانے کی سفارش کی۔ اِس پر آپؐ بہت ناراض ہوئے۔ فرمایا: تم سے پہلے بہت سے قومیں اِسی وجہ سے ہلاک ہوئیں کہ جب اُن کے معاشرے کا کوئی معمولی شخص چوری کرتا تھا تو اُسے سزا ملتی اور اگر کوئی بااثر شخص چوری کرتا تو اُسے معافی ملتی۔ لیکن میں ایسا نہیں کروں گا۔ اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اگر فاطمہ (بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) بھی یہ کام کرتی تو میں اُس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا(۵۸)۔ خطبہ حجتہ الوداع میں اِنسانی حقوق کا یہ نکتہ بھی تفصیل سے بیان کر دیا گیا ہے(۵۹)۔ ایک موقع پر آپؐ نے فرمایا: اِمام عادل کا ایک دن ۶۰ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ مخلوق میں خدا کو

سب سے زیادہ محبوب اِمامِ عادل ہے۔اور خدا کے نزدیک مغبوض ترین شخص اِمام ظالم ہے۔(۶۰)

سیرت طیّبہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ بالا واقعات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال سے حصول اِنصاف کے حق کی اہمیت کی وضاحت ہوگئی، جو بلا اِمتیازِ عقائد، رنگ اور نسل، تمام اِنسانوں کو یکساں طور پر حاصل ہیں۔

خلاصۂ کلام:

اِسلام نے بنی نوع اِنسان کو بنیادی اِنسانی حقوق کا اِلہامی تصوّر دیا ہے، جو فکری، عقلی یا خودساختہ نہیں ہے۔ یہ تصور نظری بھی ہے اور عملی بھی۔قرآن وسنت نے اِنسانی حقوق کے تعین کی وہ صحیح بنیاد فراہم کی ہے جو عقیدۂ توحید، عقیدۂ رسالت اور عقیدۂ آخرت پر مبنی ہے اور جس پر ایمان لا کر ہی یہ فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ کون سے اِنسانی حقوق یا ہومن رائٹس قابل تحفظ ہیں اور کون سے نہیں ہیں۔قرآن وسنت نے بنیادی اِنسانی حقوق کا جامع ترین عادلانہ تصور پیش کیا ہے جو تمام اِنسانیّت کے لیے قابل عمل ہے۔ یہ تصور، اِحترام آدمیت، تحفظِ جان، تحفظِ ملکیّت، تحفظِ آبرو، نجی زندگی کا تحفظ، شخصی آزادی کا تحفظ، نکاح میں اِنتخاب کا حق، حسن ذوق کا حق، مذہبی آزادی کا حق، ظلم کے خلاف آواز کا تحفظ، آزادیٔ اِظہار رائے، آزادیٔ ضمیر و اِعتقاد، حقِ مساوات، حصول انصاف کا حق، معاشی تحفظ کا حق، معصیت سے اِجتناب کا حق، آزادیٔ تنظیم و اِجتماع، سیاسی زندگی میں شرکت کا حق، آزادیٔ نقل وحرکت اور سکونت، حق اُجرت ومعاوضہ، مسلمانوں کے خصوصی حقوق، غیر مسلموں کے خصوصی حقوق، جیسے تمام عنوانات پر محیط ہے۔

مراجع وحواشی

(۱) چغتائی، محمد اکرم؛ حق، نذیر؛ کولسری، محمد اسلم (مرتبین)، ص۳۹۹، طبع اوّل، ۲۹۹، اَپر مال، تشریحی لغت، لاہور: اُردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۱

(۲) گوپر، آدم اور گوپر جیسیکا، *The Social Science Enclopedia*، ص۳۶۹۔۳۷۰، اِسلام آباد، سروسز بک کلب، ۱۹۸۹

(۳) ہنٹ، ایلگن ایف اور کولینڈر، ڈیوڈسی، *Social Science*، ص۸۰۶، نیویارک: میک مِلن پبلشنگ کمپنی، ۱۹۸۷

(۴) صلاح الدین، محمد، بنیادی حقوق، ص۳۷، لاہور: اِدارہ ترجمان القرآن، ۱۹۷۸

(۵) اِسٹاک ہیمر، مُورِس، Plato Dictionary، ص۳۲، ۵۳، ۱۳۴، ۱۴۱، ۲۳۸، ۲۸۰، ۲۸۸، نیویارک: فیلی سوفیکل لائبریری، ۱۹۰۳، مزید دیکھیے: http://www.encyclopedia.com/doc/1O48-Plato.html

(۶) مارش، ہنری، Documents of Liberty، ص۵۱تا۱۳۷، اِنگلینڈ: ڈیوڈ اینڈ چارلز، ''منشور اِنسانی حقوق'' ۱۹۷۱ء، دیکھیے: httpwww.un.orgendocumentsudhr

(۷) چارلز، ہورڈ میکل وین، ۱۹۴۷، Constitutionalism، نیویارک: گریٹ سیل بُکس ص۱۴۰

(۸) ڈیوی، رابرٹ ای، Freedom، ص۳۴۷، نیویارک: میکمیلن کمپنی، ۱۹۷۰ء

(۹) دیکھیے: عثمانی، مفتی محمد تقی، کراچی: ماہنامہ مسیحائی، شمارہ: ۳۔۴، مقالہ: اِنسانی حقوق اور سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ص۱۳۳تا۱۴۰؛ اِپریل، مئی، ۲۰۰۳، طیب، قاری محمد، مقالہ: سیرت کی جامعیت کے چند بنیادی اصول، مجلّہ ''نقوش'' رسول صلی اللہ علیہ وسلم نمبر

/ جلداوّل، شمارہ نمبر ۱۳۰، ص ۲۸؛ دسمبر ۱۹۸۲، صدیقی، محمد نعیم محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم، ص ۳۳۳، لاہور: الفیصل ناشران وتاجران کتب، مودودی، ابوالاعلیٰ، دیباچہ، صدیقی، محمد نعیم محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم، ص ۲۵؛ ۱۹۹۹، لاہور: الفیصل ناشران وتاجران کتب، مجددی، مفتی محمد علیم الدین نقشبندی، سیرت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم، مقدمہ، ص ۴۵، لاہور: جون ۲۰۰۰، مظہر علم، شاہدرہ

(۱۰) حمید اللہ، محمد، عہدِ نبوی میں نظامِ حکمرانی، کراچی: اُردو اکیڈمی ص ۴؛ ۱۹۸۱، دیکھیے: ندوی، سید سلیمان، سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۴، ص ۳۱۶، اِسلام آباد: سروسز بک کلب، ۱۹۸۵

(۱۱) دیکھیے: القرآن: ۲:۳۱:۲:۳۳:۲؛ ۲۸۳:۲:۸:۱۷،۹:۱۷؛ ۳:۷۵؛ ۴:۹۳؛ ۴:۴:۴:۵۸؛ ۵:۳۲؛ ۶:۱۵۲؛ ۸:۲۷؛ ۲۰:۱۲۴؛ ۲۳:۸؛ ۲۵:۶۸؛ ۱۷:۳۳؛ ۲۶:۱۲۵:۲۶:۱۴۳:۲۶:۱۴۸:۲۸:۲۶؛ ۳۳:۷۲:۷۰:۱۰،۱۱:۷۰:۳۲-۱۱

(۱۲) بخاری، کتاب الصوم، ۱:۴۹۱؛ ۱:۴۹۲ (۱۳) سیرت ابن ہشام: ج ۲، ص ۳۱۴۔۳۱۶؛ طبری: ص ۶۳؛ بخاری: کتاب المغازی

(۱۴) دیکھیے: کتب اَحادیث: بخاری، اَبوداؤد، نسائی، مسند احمد

(۱۵) دیکھیے کتب اَحادیث: بخاری، مسلم، اَبوداؤد، ترمذی، نسائی، مسند احمد، ابن ماجہ

(۱۶) دیکھیے کتب اَحادیث: بخاری، مسلم، اَبوداؤد، ترمذی، نسائی، مسند احمد

(۱۷) دیکھیے کتب اَحادیث: بخاری، مسلم، اَبوداؤد، ترمذی، نسائی، مسند احمد، ابن ماجہ

(۱۸) سورۃ البقرۃ: ۱۸۰، ۱۸۸، ۲۲۰، ۲۲۹؛ سورۃ النساء: ۲، ۴، ۶ تا ۱۰، ۱۲، ۲۰، ۳۲، ۲۹، ۵۸؛ سورۃ الانعام: ۱۵۲؛ بنی اِسرآئیل: ۳۴؛ سورۃ الرّوم: ۳۸

(۱۹) صلاح الدین، محمد، ۱۹۷۸ (طبع دوئم)، بنیادی حقوق، لاہور: ادارہ ترجمان القرآن ص ۲۴۷۔۲۴۸

(۲۰) صدیقی، محمد نعیم محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم، ص ۲۲۴، اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ، لاہور: ۱۹۷۲

(۲۱) اِصلاحی، امین احسن، اِسلامی ریاست، مکتبہ جماعت اِسلامی، ص ۱۳، لاہور: ۱۹۵۰

(۲۲) دیکھیے کتب اَحادیث: بخاری: باب الشہداء، مسلم، اَبوداؤد، ترمذی، نسائی، مسند احمد، اِبن ماجہ: ابواب الحقوق والملکیہ

(۲۳) سورۃ النساء: ۱، ۳۶، ۱۴۸؛ سورۃ البقرۃ: ۸۳، ۲۱۵؛ سورۃ الاسرآء: ۳۶؛ سورۃ المآئدہ: ۸؛ سورۃ الحجرات: ۱۱، ۱۲؛ سورۃ النور: ۳۰۔۴

(۲۴) ابوداؤد: کتاب الحج؛ اَبوداؤد: کتاب الادب؛ تاریخ یعقوبی: ج ۲، ص ۱۲۳

(۲۵) دیکھیے: حدیث طبرانی: ابویوسف، قاضی، ۱۹۶۶، کتاب الخراج؛ مترجم: صدیقی، محمد نجات اللہ، کراچی: مکتبہ چراغ راہ، ص ۱۸۷

(۲۶) دیکھیے: حدیث ابوداؤد؛ ایضاً حوالہ بالا ص ۱۸۷ (۲۷) دیکھیے: حدیث ابوداؤد؛ ایضاً حوالہ بالا ص ۱۸۷

(۲۸) ابویوسف، قاضی، ۱۹۶۶، کتاب الخراج؛ مترجم: صدیقی، محمد نجات اللہ، کراچی: مکتبہ چراغ راہ، ص ۱۸۷

(۲۹) سورۃ النور: ۲۷، ۲۸، ۲۹؛ سورۃ الاحزاب: ۵۳؛ سورۃ الحجرات: ۱۲

(۳۰) دیکھیے کتب اَحادیث: بخاری، مسلم، اَبوداؤد، ترمذی، نسائی، مسند احمد، اِبن ماجہ؛ ابواب متعلقہ

(۳۱) دیکھیے کتب اَحادیث: اَبوداؤد، نسائی؛ ابواب متعلقہ (۳۲) دیکھیے کتب اَحادیث: اَبوداؤد، نسائی؛ ابواب متعلقہ

(۳۳) دیکھیے کتاب: اَبوداؤد: ابواب متعلقہ (۳۴) سورۃ آل عمران: ۹۷؛ سورۃ الانعام: ۱۱۴؛ سورۃ الشوریٰ: ۱۵، ۲۱؛ سورۃ النساء: ۵۸

(۳۵) دیکھیے کتاب: ترمذی: باب العدل (۳۶) دیکھیے کتاب: ابن ماجہ: باب العدالہ

(۳۷) سورۃ النساء: ۱۴۸؛ سورۃ البقرہ: ۱۲۴؛ الشعراء: ۱۵۱

(۳۸) دیکھیے کتب اَحادیث: اَبوداؤد، ترمذی، نسائی، مسند احمد، اِبن ماجہ: ابواب متعلقہ

(۳۹) دیکھیے کتب اَحادیث: اَبوداؤد، ترمذی: ابواب متعلقہ (۴۰) دیکھیے کتاب: بخاری: باب الظلم

(۴۱) دیکھیے کتاب: ابوداؤد: کتاب القضاء: ۳: ۴۲۷

(۴۲) سورۃ النساء:۱۳۵؛ آلِ عمرآن:۱۱۰، ۱۵۹؛ سورۃ التوبہ:۷۱؛ سورۃ المآئدۃ:۷۹؛ سورۃ الشوریٰ:۳۸

(۴۳) دیکھیے کتاب: نسائی: باب البیع

(۴۴) سیوہاروی، مولانا حفظ الرحمٰن، ۱۹۵۹ء، اِسلام کا اقتصادی نظام، دہلی: ندوۃ المصنفین، ص ۸۹

(۴۵) ابو یوسف، قاضی، ۱۹۶۶ء، کتاب الخراج؛ مترجم: صدیقی محمد نجات اللہ، کراچی: مکتبہ چراغ راہ، ص ۵۳؛ اور دیکھیے: النسائی: کتاب البیوع

(۴۶) نعمانی، مولانا شبلی، طبع سوم، سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ص ۲۹۵، مطبوعہ اعظم گڑھ، ج ۱، ۱۹۶۳ء

(۴۷) دیکھیے کتب اَحادیث: بخاری: باب الظلم؛ باب الحقوق، اَبوداؤد، ترمذی، نسائی: باب البیع

(۴۸) البقرۃ:۲۵۶؛ یونس:۹۹، ۱۰۸؛ الغاشیہ:۲۱، ۲۲؛ الأنعام:۱۰۷، ۱۰۸؛ الکھف:۲۹؛ یٰس:۱۷؛ عنکبوت:۴۶؛ زمر:۴۱؛ النحل:۸۲؛ الشوریٰ:۱۵؛ الکافرون

(۴۹) واقعات کی تفصیل کے لیے دیکھیے: ابوعبید، کتاب الاموال؛ مترجم: سورتی، عبدالرحمٰن طاہر، اسلام آباد: ۱۹۶۹ء، ادارہ تحقیقات اِسلامی، ج ۱، ص ۱۵۴؛ دیکھیے: اِصلاحی، مولانا اَمین اَحسن، اسلامی ریاست، ص ۶۹؛ ۱۹۵۰ء، دیکھیے: ہیکل، محمد حسین، عمر فاروق اعظم، ص ۳۰۲۔

(۵۰) سورۃ الحجرات:۱۰، ۱۳؛ سورۃ المآئدۃ:۸؛ سورۃ القصص:۴ (۵۱) مسند احمد:۵:۴۱۱؛ منتقی الاخبار

(۵۲) دیکھیے کتب اَحادیث: بخاری، مسلم، اَبوداؤد، ترمذی، نسائی، مسند احمد، اِبن ماجہ، طبرانی

(۵۳) دیکھیے: مشکوٰۃ: باب ما نُہیٰ عنہ من التھاجر والتقاطع (۵۴) مسند احمد:۴:۱۳۳

(۵۵) ابوداؤد: کتاب الفرائض:۳:۱۴۹ (۵۶) مشکوٰۃ: کتاب الفتن: باب الملاحم:۳:۱۵

(۵۷) سورۃ الشوریٰ:۱۵؛ سورۃ النسآء:۵۸، ۱۳۵؛ سورۃ الانعام:۱۵۲؛ سورۃ المآئدۃ:۸، ۴۴، ۴۵، ۴۷؛ سورۃ الحدید:۲۵؛ سورۃ النحل:۹۰

(۵۸) بخاری، کتاب الحدود:۱۱۷۰

(۵۹) دیکھیے کتب اَحادیث: بخاری، مسلم، اَبوداؤد، ترمذی، نسائی، مسند احمد:۵:۴۱۱؛ منتقی الاخبار

(۶۰) دیکھیے کتب اَحادیث: مسند احمد، نسائی؛ متعلقہ ابواب